مشقی سوالات

1: سیّد ضمیر جعفری نے پہلے شعر میں ماضی اور حال کے آدمی کا کس طرح موازنہ کیا ہے؟ وضاحت کریں۔

جواب: ضمیر جعفری کہتے ہیں کہ ماضی کا انسان صاحب دل تھا۔ انسانی جذبات کا قدر دان تھا اور علم کو وجہ فضیلت سمجھتا تھا لیکن آج کا آدمی صرف روپے پیسے اور کار' کوٹھی کو اہمیت دیتا ہے۔

2: نظم کے دوسرے شعر میں شاعر کا کہنا ہے کہ کلبلاتی اور گھنی بستیوں میں مشکل سے دو چار آدمی ہی ملتے ہیں۔ اس سے شاعر کی کیا مراد ہے؟

جواب: شاعر کہنا چاہتا ہے کہ ماضی میں دُنیا کی آبادی کم تھی لیکن لوگ انسانیت کے جوہر سے مالا مال تھے۔ آج آبادی بہت بڑھ گئی ہے۔ بستیوں میں آدمیوں کی بہتات ہے لیکن ہزاروں لاکھوں میں صرف دو چار ہی حقیقی معنوں میں انسان ہوتے ہیں یعنی انسانیت کے رُتبے پر فائز ہوتے ہیں۔ باقی سب اولادِ آدم تو ہیں مگر انسان نہیں۔

3: اس شعر کی تشریح کیجیے:

زندگی نیچے کہیں منہ دیکھتی ہی رہ گئی
کتنا اُونچا لے گیا جینے کا معیار آدمی

جواب: دیکھیے شعر نمبر 4 کی تشریح۔

4: اگرچہ اس نظم کے بیشتر اشعار ظریفانہ ہیں لیکن شاعر نے اس نظم میں بڑی سنجیدگی سے انسانوں کے اخلاقی زوال پر غم اور تشویش کا اظہار بھی کیا ہے۔ آپ اپنی رائے کو چار پانچ سطروں میں لکھیے۔

جواب: سیّد ضمیر جعفری کی نظم ''آدمی'' اگرچہ مزاحیہ اور ظریفانہ نظم ہے مگر حقیقت میں اس نظم میں انسانی زوال اور اعلیٰ انسانی قدروں کے مٹ جانے پر غم اور تشویش کا اظہار کیا گیا ہے۔ آج کا انسان نہ تو علم دوست ہے اور نہ ہی انسان دوست۔ انسانی زندگی کے معیار ہی بدل چکے ہیں۔ آج انسان کا اصل معیار شرافت اور حُسنِ اخلاق نہیں بلکہ بینک بیلنس' کار' بنگلے کوٹھیاں اور وسیع کاروبار ہیں۔ آج کا انسان منافقت کا لبادہ اوڑھ کر اپنے جیسے انسانوں کو دھوکا دے رہا ہے۔ شاعر نے آج کے انسان کے اس معیار پر دُکھ اور غم کا اظہار کرتے ہوئے اُسے اخلاق کی پاسداری کا سبق دیا ہے۔

5: خالی جگہوں پر مناسب الفاظ لگا کر مصرعے مکمل کیجیے:

i۔ کتنا کم یاب آدمی ہے' کتنا بسیار آدمی۔ (مکار' بیمار' بسیار)

ii۔ جتنا بیمار آدمی' اتنا طرح دار آدمی۔ (بیمار' موٹا' ٹھگنا)

iii۔ کتنا اُونچا لے گیا جینے کا معیار آدمی۔ (نیچا' اُونچا' پست)

iv۔ تھا ضمیر جعفری بھی اک مزے دار آدمی۔ (رسیلا' چلبلا' مزے دار)

جواب: خالی جگہوں پر مندرجہ ذیل الفاظ لگانے سے مصرعے مکمل ہوں گے۔

i۔بسیار ii۔بیمار iii۔اونچا iv۔مزے دار

شاعر نے اس شعر میں کیا بات کہنے کی کوشش کی ہے۔

6: ؎ پہلے کشتی ڈوب جاتی تھی نظر کے سامنے
اب گرے گا بحراوقیانوس کے پار آدمی

جواب: دیکھیے شعر نمبر 8 کی تشریح۔ ☆☆☆

مجاز لکھنوی ——(1910-1956ء)

شاعر کا تعارف: مجاز لکھنوی کا شمار اردو ادب کی مشہور اور تاریخ ساز ترقی پسند تحریک کے اہم شعرا میں کیا جاتا ہے۔مجاز شاعری کو ایک خواب آور فسوں نہیں بلکہ انقلاب آفرین حقیقت سمجھتے ہیں۔شعر گوئی کے فن کو انہوں نے مزدوروں' کسانوں' محنت کشوں اور محروم طبقوں کے جذبات کی آواز بنایا ہے۔دیگر ترقی پسند شعرا کی طرح مجاز بھی ایک ایسے معاشرے کا خواب دیکھتے ہیں جو غیر طبقاتی ہوگا اور جس میں کوئی فرد کسی دوسرے فرد کا استحصال نہیں کر سکے گا۔مجاز کا لہجہ پُرجوش اور ولولہ انگیز ہے۔گاہے گاہے ان کی نظموں کے مصرعے کسی سیاسی جلسے کے نعروں کی طرح زوردار اور جذباتی اندازِ فکر کا شہ کار دکھائی دیتے ہیں لیکن ان کے کلام کا بڑا حصہ اعلیٰ ادبی معیار پر پورا اُترتا ہے۔اپنے نظریے سے ان کی وابستگی غیر متزلزل ہے۔موسم بہار یا حسن یار کو موضوع سخن بنانا انہیں منظور نہیں۔وہ پسے ہوئے طبقے کے ترجمان ہیں اور اپنی شاعری کو انقلاب کے لیے سازگار فضا تیار کرنے کا ایک ذریعہ سمجھتے ہیں۔مجاز لکھنوی کا ذخیرہ الفاظ منفرد ہے۔وہ اسلوب بیان کے بجائے مضمون کو اولیت دیتے ہیں۔وہ خواب دیکھنے کے عادی ہیں اور نوجوان نسل سے یہ توقع رکھتے ہیں کہ وہ ان کے خوابوں کو شرمندۂ تعبیر کرے گی۔

7۔مجاز لکھنوی —— نوجوان سے خطاب

مرکزی خیال

نوجوان اپنی صلاحیتوں کو پہچانیں اور ان کا درست استعمال کریں تو دُنیا سے ظالمانہ نظام کا خاتمہ کر سکتے ہیں اور ایسا انقلاب لاسکتے ہیں جس کے بعد غریبوں' محنت کشوں' مظلوموں اور پسے ہوئے طبقے کو بھی مساوی انسانی حقوق' معاشی مواقع اور عزت واحترام حاصل ہوگا۔منزل پر پہنچنے کے لیے اگر خون بھی بہانا پڑے تو غمزدہ نہیں ہونا چاہیے۔

شعر1: جلال آتش و برق و سحاب پیدا کر
اجل بھی کانپ اُٹھے' وہ شباب پیدا کر

مشکل الفاظ کے معانی: ○ **جلال**: رُعب' غصہ ○ **آتش**: آگ ○ **برق**: بجلی ○ **سحاب**: بادل